تاریخ کے دورِ آغاز میں مختلف آرین قومیں

از جناب میجر خواجہ عبدالرشید صاحب آئی۔ایم۔ایس

ہم نے گذشتہ تین مقالوں میں تاریخ قدیم کے چند اہم پہلوؤں پر گفتگو کی تھی۔ اور اس دوران میں دجلہ و فرات کی تہذیبوں اور وادی سندھ کی تہذیب کا بھی ذکر کیا تھا۔ اب کچھ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی تین مقالوں کے ان تاریخی پہلوؤں کی تھوڑی سی اور تفصیل کر دی جائے، تاکہ مختلف اقوام جو وقتاً فوقتاً ادھر آ آ کر بستی رہیں ان کا ذکر بھی ہو جائے۔

اس تفصیل سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک مختصر سی فہرست دیدی جائے جس میں وہ تمام اقوام آجائیں جن کا ہم ابھی ذکر کریں گے، تاکہ قارئین کرام ان ناموں سے مانوس ہو جائیں یہ اقوام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سومیری	Summerians
۲۔ آکادی	Akkadians
۳۔ میتانی	Mitanis
۴۔ ختتی	Hittites
۵۔ آشوری	Assyrians.
۶۔ عیلامی	Elamites
۷۔ مادی	Medians
اور ۸۔ صوبیری	Subereans.

ان میں سے کچھ اقوام کا نام تو اکثر سنا گیا ہوگا اور کچھ ان میں سے ایسی ہیں جن کے متعلق بہت کم معلوم

ہوسکا ہے۔ ہم مختصر طور پر ان کی تاریخ بیان کریں گے اور بعض اقوام کے تعلقات بھی بیان کریں گے دوسری اقوام و ممالک کے ساتھ جہاں تک وہ تعلقات تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔ لَعَلَّ اللہَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِكَ أَمْرًا۔

سومیری | ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ غیر سامی ہیں اور آرین تھے۔ دجلہ و فرات کی وادی میں سب سے پہلے تہذیب کا پرچم انھوں ہی نے لہرایا۔ ان کو سومیری محض ان کی زبان پر کہا جاتا ہے، کیونکہ جب کتبات خط میخی حل ہوئے تو ماہرین نے اس زبان کو سومیری زبان کہہ کر پکارا (Summerian Language) اس وقت تک اس قدر ثابت ہو چکا تھا کہ یہ لوگ غیر سامی یعنی (Non-Sematic) ہیں۔ یہ علاقہ بابل کے جنوبی حصے کے باشندے تھے اور اس علاقے کو مات شمری (Mat Shumri) کہا جاتا تھا یہ آرین کا سب سے پہلا گروہ تھا جو ایران و عراق میں آیا اور میڈیا، اناطولیا اور آشور سے ہوتا ہوا بابل کے جنوب میں مات شمری پر پہنچکر آباد ہو گیا۔ انہی میں سے کچھ گروہ میڈیا اور اناطولیا اور آشور میں بھی بس گئے۔ جنھوں نے بہت بعد میں ترقی کی اور ان کی تاریخ کا اب بوغاز کوئی (Bogaz Kui) سے پتہ چل رہا ہے۔ تو گویا یہ اولین گروہ تھا آرین کا جو ہلالِ خصیب میں پہنچا اور اسی گروہ کے کچھ لوگ تھے جو وادیٔ سندھ میں بھی پہنچے۔

آکادی | (AKKadians) ان کے متعلق ماہرین آثار قدیمہ اور مستشرقین ابھی تک کچھ فیصلہ نہیں کرسکے۔ کچھ تو کہتے ہیں کہ یہ سامی یعنی (Semetic) تھے اور کچھ کہتے ہیں یہ ایک مخلوط قوم تھی ہمارا ذاتی خیال ہے کہ یہ غیر سامی یعنی (Non-Semetic) تھے۔ دوسرے الفاظ میں یہ آرین تھے اور یہ انہی سومیری اقوام میں سے تھے جو کچھ عرصہ ان سے پہلے اس علاقہ سے ہو کر جنوب کی طرف بڑھ چکی تھیں۔ جس علاقہ میں یہ قوم آباد تھی اس کو مات آکادی کہا گیا ہے (Mat AKKadi) اور یہ تقریباً ہلالِ خصیب کا وسط بنتا ہے، یا یوں کہہ لیجئے دجلہ و فرات کی وادی کا شمالی حصہ۔

ان اقوام کی اصل کے متعلق مختلف خیالات ہیں۔ مگر یہ سب نظریے ہیں اور ماہرین کے ذاتی فکر کا نتیجہ۔ ہم ایک بات ضرور جانتے ہیں اور وہ یہ کہ ان تمام اقوام کا سرچشمہ ایک ہی تھا۔

كان الناس — ابتدا میں ایسا تھا کہ لوگ الگ الگ گروہوں میں بٹے
امۃ واحدۃ — ہوئے نہیں تھے۔ ایک ہی قوم اور جماعت تھے۔

گردشِ اقوام ایک عرصۂ طویل سے جاری تھی، ہمارے پاس اس گردش کا مکمل پروگرام جود نہیں اور نہ عقل و فہم اس عرصہ کا اندازہ لگا سکتی ہے، ہم جتنے عرصے سے ان اقوام کا ذکر تے ہیں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ اقوام مختلف النسل تھیں، مگر ایسا نہیں ہے۔ البتہ جہانتک تاریخ و قرآن کریم ں پتہ دیتے ہیں۔ اتنا ضرور علم ہے کہ ہلالِ خصیب زمانۂ قدیم سے ایک منتقل مملکت تھی جس میں دو وہ آباد تھے۔ قرآن نے ان کا نام عاد اور ثمود دیا ہے۔ قومِ ثمود ہلالِ خصیب کے اس حصہ میں آباد جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے اور وادی القریٰ تک چلا گیا ہے مگر ایک زمانہ میں اس قہ کا پھیلاؤ بابل کے جنوب سے ہوتا ہوا شہر اور تک پہنچا تھا۔ دوسرا علاقہ جس میں قوم عاد تھی اس کو ارام کہا گیا ہے۔

دراصل ارام، عاد کے دادا کا نام تھا اور اسی نام کے ساتھ یہ علاقہ بھی منسوب کر دیا گیا۔ لاقہ ہلالِ خصیب کا شمال اور شمال مغرب ہے اور اس کے حدودِ اربعہ تقریباً وہی ہیں جو مات ی کے تھے۔ ایک اور نظریہ یہ بتاتا ہے ارام ایک قدیم شہر تھا یا ایک ملک تھا جہاں کے باشندے کہلاتے تھے۔ اگر نقشہ کو بغور دیکھا جائے تو یہ علاقہ جہاں عاد اور ثمود آباد تھے وہی علاقہ ہے کو ہم نے ہلالِ خصیب کہا ہے اور یہ اقوام جن کا نام عاد اور ثمود ہے آکادی اور سومیری ہی ہیں۔ ں کتبات خطِ میخی کے حل کے وقت ان الفاظ میں نقل واقع ہو گئی ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اقوام کی تہذیب کا جو ذکر قرآنِ کریم نے کیا ہے وہ یقینی ہی معلوم ہوتا ہے جو دریافت کیا جا چکا ہے، ایک جملہ معترضہ تھا۔

سڈنی سمتھ (Sidney Smith) اپنی مشہور تاریخ Early History of Assyria لکھتے ہیں کہ سنہ ۲۷۰۰۔ ۳۵۰۰ قبل مسیح کے درمیان مملکتِ بابل میں ایک متجانس تہذیب موجود تھی کا ثبوت ہمیں مقام کیش (Kish) میں ملا ہے اور جو لوگ اس وقت یہاں آباد تھے ان کی زبان

سومیری زبان کے کتبات سے بہت مشابہ ہے۔ جس تہذیب کو در حقیقت وہ ایک مخلوط تہذیب کرتے ہیں وہ دراصل مخلوط نہ تھی۔ بلکہ یہ عرصہ ایک عارضی کشمکش کا تھا اور اس دوران میں شمال کی طرف سے دیگر اقوام حملہ آور ہوتی رہیں اور ایک کی تہذیب نے دوسری پر اثر کیا اور م چونکہ اس وقت تہذیب کا مرکز تھا زیادہ اثر وہیں ہوا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہاں تہذیبیں مل جل گئی تھیں۔ کیش کے گرد و نواح میں یہ چیز بالکل واضح نہیں ہے اور نہ ہی علاقہ کے کسی اور خطے میں ایسا ثبوت ملا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ وادئ سندھ سے جو مہریں (دگ برآمد ہوئی ہیں، ان پر بھی وہی زبان لکھی ہوئی ہے جس کو سومیری کہا گیا ہے اگرچہ اس میں خ فرق ہے جس کی بنا پر سڈنی سمتھ بابل کی تہذیب کو ایک مخلوط تہذیب بتاتے ہیں۔ وادی سند کو بھی اگر اس ثبوت کی بنا پر ایک مخلوط تہذیب مان لیا جائے تو وہ بھی پھر ایک عارضی چیز تھی کہ سومیری سندھ میں پہنچے اور دراوڑن کے ساتھ ان کی مڈبھیڑ ہوئی! اس کے کچھ عرصہ بع کی شکل بدل چکی تھی۔

میتانی | ان کا ذکر (mitanis) ہم نے کچھ تفصیل کے ساتھ اپنے پچھلے تین مقالوں میں تاریخی لحاظ سے یہ قوم بہت اہم معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مختلف شاخوں اور اس کے بادشا نہ صرف نام و نسب بلکہ قریبی ممالک سے جو تعلقات ثابت ہو چکے ہیں وہ بہت دلچسپ اور ہم نے پیشتر بتایا ہے کہ اس قوم کو ہوری کا لقب بھی دیا گیا ہے اور ان کا تعلق ہم نے ہور۔ کرد اور بلوچ سے ثابت کیا تھا اور ملک طاؤس والے مقالے میں ہم نے ان کو کورو بھی بتایا اب ان کے ایک بادشاہ کا ذکر کرتے ہیں جس کا نام خط میخی کے کتبوں سے دسرتھ (ratha حل ہو چکا ہے۔ اس کی ایک بہت دلچسپ خط و کتابت فرعون مصر امینوفس سوم (nophis III کے ساتھ اب تک برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ یہ خط و کتابت میتانی زبان میں ہوتی رہی۔ اس کا زمانہ مورخین کے بیان کے مطابق سنہ ۱۳۲۷ تا سنہ ۱۳۹۲ قبل مسیح تک ہے۔ یہ قریب قریب صحیح ہوتا ہے۔ اس میتانی قوم کو ہم نے آرین ثابت کیا تھا۔ ماہرین اثریات و مستشرقین ان

Indo Irani) کہتے ہیں۔ یہ بادشاہ اپنے ذاتی عقیدہ کے مطابق آفتاب پرست تھا اور
سلہ نسب اکشواکو (Ikshwaku) کے خاندان سے ملاتا ہے۔ وہ اس خاندان کا سولہواں
ا۔ اس کو مُورُو (Muru) کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ اس لقب کا مطلب یہ ہے کہ شمالی شام
میری باشندہ تھا۔

ہمارے اس بیان میں اور پچھلے بیان میں کہ سومیری قوم بابل کے جنوب میں آباد تھی۔ کسی قدر
ت ظاہر ہوتا ہے مگر دراصل ایسا نہیں ہے۔ سومیری قوم درحقیقت ایک زمانے میں شام
صیب پر قابض تھی اور بالآخر یہ بابل کے جنوب میں آکر جمع ہو گئی۔ اس کے کچھ لوگ ہلالِ خصیب
مختلف حصوں میں آباد رہے اور یہ بادشاہ دسرتھ بھی انھیں میں سے تھا۔ یہ شمالی شام کا علاقہ
یقت بعد میں یتانیوں کا علاقہ بنا۔

رامائن (Ramayana) میں راجہ دسرتھ اور اس کے بیٹے رام چندر کا ذکر ہم نے پڑھا ہے،
عجیب معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی راجہ دسرتھ ہوں! تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس بادشاہ دسرتھ کا ایک
کا تھا جس کو امر سین کہا جاتا ہے۔ امر سین (Amar Sin) کا مطلب ہے "چاندوالا امر"
(Amar of the moon) رامائن والے رام چندر جو راجہ دسرتھ کی بیوی کوشلیا کے
ن سے تھے۔ ان کے نام کے معانی بھی یہی ہیں یعنی "چاندوالا رام" Rama of the moon
ل کلمہ کی رو سے بہت ممکن ہے کہ امر (Amar) کا لفظ رام (Rama) بن گیا ہو۔ حروف کی
عداد میں اضافہ نہیں ہوا۔ البتہ ان کی ترکیب میں فرق پڑ گیا ہے۔

بادشاہ دسرتھ کی جو خط و کتابت فرعون مصر سے ہوئی تو وہ ایک شادی کے سلسلے میں تھی۔
ور تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ اس بادشاہ کی ایک لڑکی فرعونِ مصر آخنیطون (Akhnaton) سے
ہی گئی۔ یہ فرعون مصر آمینوفس سوئم (Amenophus III) کا بیٹا تھا اور اس کی والدہ بھی
یتانی خاندان ہی سے تھی۔ اس ملکہ کا نام ملکہ طی (Tiy) تھا۔ آخنیطون کے دادا تھوتموسس
چہارم (Thutmosis IV) نے ایک یتانی بادشاہ کی طرف خط لکھا۔ اور اس کی لڑکی اپنے لڑکے

کے لئے مانگی۔ جو بعد میں اس لڑکے آخنیطون کی والدہ بنی۔ اسی طرح آخنیطون کے والد کو بھی معلوم تھا کہ بادشاہ دسرتھ کی ایک حسین لڑکی ہے۔ چنانچہ اس نے بادشاہ دسرتھ کو لکھا۔ یہ تمام خط و کتابت اس وقت برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ اس خط و کتابت کا ذکر مسٹر ایل۔ ڈبلیو۔ کنگ (L. W. King) اپنی مشہور تصنیف میں کرتے ہیں۔ History of Babylon ص ۲۲۱ و ۲۲۲ - اور پھر اسی خط و کتابت کا ذکر ہم آرتھر ویگل (Arthur Weigall.) سے بھی ان کی کتاب The Life and Times of Akhnaton میں سنتے ہیں۔ اس خط و کتابت کا ذکر انھوں نے خاص طور پر ص ۴۸ پر اس شادی کے سلسلہ میں کیا ہے۔

آخنیطون مصری فرعونوں کی تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے اور وہ اس لئے کہ یہ توحید کا قائل تھا۔ اور اس نے بت پرستی اور بت تراشی بالکل ممنوع قرار دے رکھی تھی یہ وہی فرعون ہے جس کی شادی بعد میں ملکہ نفرتائٹ (Neffertite.) سے ہوئی۔

حیرت کا مقام ہے کہ جس وقت یہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر صرف ۲۲ سال کی تھی اور اس نے فوراً ہی اپنے مذہب میں ترمیم شروع کر دی۔ اس پرانے مذہب کی رو سے آمن را (Amon Ra) جو دیوتا تھا اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ آرتھر ویگل۔ اس نوجوان بادشاہ مصر کے متعلق لکھتا ہے۔

"اس نوجوان بادشاہ نے یہ اعلان کر دیا کہ خدا کو ایک ناقابلِ زوال حقیقت ہونا چاہئے۔ نیز یہ ضروری ہے کہ وہ انتہا درجہ ذہین اور سمجھدار ہو۔ اور زمان و مکان میں ساری ہو۔ اس نے کہا کہ اوٹین (Aton) تقریباً ایسا ہی خدا ہے جیسا کہ ہم اسے تصور کرتے ہیں۔ یہ بادشاہ Aton کی طرف جو صفات منسوب کرتا تھا ان میں سے کوئی صفت ایسی نہیں ہے جس کو ہم خدا کی طرف منسوب نہ کرتے ہوں۔

ہماری تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ اس نوجوان فرعون کے ذہن پر دو اثر بہت شدت سے پڑے ایک اس کی والدہ کا اور دوسرے اس کی بیوی کا۔ اور یہ دونوں یونانی خاندان سے

یں۔ میتانی آرین تھے۔ اور جیسا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ آرین کا بھی خالص مذہب وحدانیت ہی
ھا۔ اگرچہ مختلف گروہوں میں مختلف مقامات پر اس عقیدہ کے اندر انحراف پیدا ہو چکا
ا۔ تاہم ہر زمانے میں ضرور کچھ ایسے آرین ہوتے تھے جو اصل مذہب کے پیرو ہوتے تھے۔ انہی
نوں سے یعنی اپنی والدہ اور بیوی سے آخنیطون نے توحید کا سبق سیکھا۔ عورت مرد کی
سبت زیادہ مذہبی احساس رکھتی ہے اور چونکہ بچے پر اولین اثر جو اس کے گھر میں ہوتا ہے وہ
لدہ ہی کا ہوتا ہے لہذا قرین قیاس ہے کہ آخنیطون نے اپنی والدہ کے خیالات کی طرف رجوع
ہوگا۔ اور پھر جب بعد میں ایسا ہی ایک عقیدہ رکھنے والی سے وہ بیاہا گیا تو اس کا یقین وایمان
بھی پختہ ہو گیا۔ اور پھر جب وہ تخت پر بیٹھا تو اپنے کو خود مختار پاتے ہوئے اس نے توحید
اعلان کیا۔

ہم یہ اس زمانے کا ذکر کر رہے ہیں جبکہ میتانیوں اور حتی (Hittites .) کے
یان جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ اسی جنگ کے دوران میں آخنیطون کی شادی شہزادی میتان
ساتھ ہوئی۔

(Hittites .) یہ بھی آرین کے اولین گروہ کا باقی ماندہ حصہ تھا۔ جو اناطولیا
س گیا تھا جیسا کہ عام طور پر تصور کیا جاتا ہے کہ یہ اناطولیہ کے باشندے تھے، تو یہ غلط ہے
خ اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ یہ آرین گروہ جس کو حتی کہا جاتا ہے اس کے آنے سے بیشتر
ایک اور قوم موجود تھی۔ مگر ان باشندوں کو اناطولیا سے حتی لوگوں نے مار بھگایا۔
Sir Percy Sykes. اپنی کتاب (History of Resia.) میں فرماتے
جو کتبات ہمیں حال ہی میں بوغاز کوئی (Boghaz Kui) میں دستیاب ہوئے ہیں اور
(Ptera) میں تو کچھ ان میں ہمیں ایسے عہدنامے بھی ملتے ہیں جو حتی اور میتانیوں کے
ہوئے۔ ہماری نظر میں یہ عہدنامے وہی ہیں جو اس جنگ کے بعد ہوئے جس کا ابھی ہم نے
ا ہے۔

وقت گذرتا گیا اور یہ اقوام آپس میں جذب ہونا شروع ہو گئیں۔ تاوقتیکہ ان علاقوں میں فقط ایک حکومت رہ گئی۔ اور ایک قوم بن گئی جس کو ماہرین آثار قدیمہ

آشوری | (Assyrians.) کہتے ہیں۔ یہ قوم بھی آرین ہی تھی اور آشور دیوتا کی پرستش کرنے کی وجہ سے ان کو آشوری کہا جاتا ہے۔ اس مملکت کا اولین دارالخلافہ آشور تھا جس کو آجکل قلعہ شرقت کہا جاتا ہے۔ جب ماہرین آثریات نے اس کی کھدائی شروع کی تو یہ بالکل جلا ہوا نکلا۔ لفظ آشور کے مطلب کے متعلق ... L. W. King کی ایک بہت دلچسپ تحقیق بیان کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ موصوف فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب "رحمٰن" ہے۔ ہمارا ذاتی فکر یہ ہے کہ یہ لفظِ آشور سومیری زبان کے ایک لفظ آ۔اُسار (A-Usar) سے بنا ہے جس کے معانی بھی ایک ذات واحد یا "رب" کے لئے جا سکتے ہیں۔ اور غالباً ہندؤں کے بھی جو دیوتا آشور ہیں وہ اسی مفہوم کی صدائے بازگشت ہیں۔ مگر ان ہندو دیوتاؤں کے متعلق ایک اور بات بھی دلچسپ ہے اور وہ یہ کہ مہابھارت کی جنگ سے پیشتر انہی آشور دیوتا کا مطلب اچھے معنوں میں لیا جاتا تھا مگر مہابھارت کی جنگ کے بعد یہ لفظ اچھے معنوں کی جگہ برے معنوں میں یعنی بجائے فرشتوں کے شیاطین کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔

نیز زردشتیوں کے آہورمزد کی طرف بھی ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ آہورا اور آشور ہم معنی لفظ ہیں۔ تو گویا آہورا اور آشور کے معنی "رب" کے معنوں کے لگ بھگ ہوا کرتے تھے مگر وقت نے ان کی اصلیت کو معدوم کر دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام اسی قوم کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اور ان کو آشوری دارالخلافہ نینوا (Nineveh.) کی طرف جانے کا حکم ملا تھا۔ اسی مقام پر اُن کی وفات ہوئی اور نینوا کے قریب ہی ان کا مزار اس وقت موجود ہے۔ سارگون دوئم (Sargon II) کے زمانے میں آشوری حکومت کا دارالخلافہ خورسس آباد (Khorasabad) بن چکا تھا۔ خورسس آباد موصل سے قریباً ۱۷ میل عین شمال کی طرف ہے۔

اس مقام پر ماہرین آثار قدیمہ نے بہت کام کیا ہے اور یہاں سے بہت کچھ تاریخی مواد حاصل ہو چکا ہے۔ ہمیں بھی یہاں سے ایک اینٹ جس پر سارگون دوئم کی مہر لگی ہوئی تھی۔ ملی۔ اس وقت وہ لاہور کے عجائب گھر میں موجود ہے۔ اس اینٹ کا وزن تقریباً ۲۰ سیر ہے اور اس کی شکل ایک مربع کی مانند ہے جس کی ایک طرف تقریباً ۱۴ - انچ ہے اور اس کی موٹائی تین انچ ہے۔ یہ اینٹ دھوپ میں پکائی ہوئی ہے (Sun Baked.) اور اس کا رنگ پیلاہٹ پر ہے۔

الغرض آرین، ایران سے ہوتے ہوئے اناطولیا میں پہنچے اور وہاں سے آشور (Assyria) ہوتے ہوئے آکاد اور آکاد سے سومر پہنچے۔ یہ آرین کے اولین گروہ تھے جو سومر میں پہنچتے ہی سومیری کہلائے۔ ان کے بعد جو جو گروہ ان علاقوں میں آکر آباد ہوتا رہا، یا تو اپنے اعتقادات کی وجہ سے وہ مشہور ہوا یا اپنے ملک کے نام پر منسوب کیا گیا۔

عیلام | .Elam یہ لفظ ہمیں سب سے پہلے خورس آباد سے برآمد شدہ کتبوں میں ملتا ہے اس کے معنی ہیں "پہاڑی" (.Mountainons) یہ اس علاقہ کا نام تھا جو آجکل وسطِ ایران کی سطح مرتفع سے بنتا ہے۔ اور یہاں کا دارالخلافہ شوش (Susa) تھا یہاں کے باشندوں کو عیلامی کہا جا سکتا ہے یعنی .Elamites یہ بھی ایک آرین ہی کا گروہ تھا۔ اس قوم نے کچھ عرصہ تک حکومت کی جو بابل کے تیسرے خاندان کے ہم عصر تھی۔ بابلیوں نے اس ملک پر بہت دھاوے بولے اور بالآخر اس کو فتح بھی کر لیا۔ علامیوں نے اپنا ایک علیحدہ رسم الخط بھی ایجاد کر رکھا تھا۔ اس قوم کا ذکر انجیل میں اکثر مقامات پر ملتا ہے۔ عیلام کا ملک مکمل طور پر حمورابی ۔۔۔۔ Hammurabi نے ۲۲۳۰ قبل مسیح میں فتح کر لیا تھا۔ حمورابی ایک سومیری شاہنشاہ تھا جو اپنے مذہبی قوانین کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ درحقیقت اس کی شخصیت کے متعلق بھی بہت سے شکوک موجود ہیں کہ یہ کون تھا۔ اگرچہ اس کے ثابت ہو جانے کے بعد بھی ہمارے نزدیک کچھ تاریخی علم میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔

اس علاقہ عیلام کے شمال میں کوہستان زاگرس (.Zagros) ہے۔ ان پہاڑی

سلسلوں پر ایک اور قوم بھی آباد تھی جس کا نام ہم نے فہرست میں درج نہیں کیا۔ ان کو کاشی یا (Kassites) کہا جاتا ہے۔ درحقیقت یہ قوم ماد یعنی میڈیا کی رہنے والی تھی۔ اور آرین النسل تھے۔ ہم نے میڈیا کو ملکِ طاؤس والے مقالے میں مدھ دیس یا کوروا ستھان لکھا تھا۔ . . . .

L. D. Waddell اسی علاقے کو کورلینڈ (Kurland) کہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ آرین جو اول ہندوستان میں پہنچے وہ عیلام کے علاقے سے گئے تھے۔ ہمیں اس سے شدید اختلاف ہے اور ہم اسکی وجہ ہلالِ خصیب اور وادیٔ سندھ والے مقالے میں بتا چکے ہیں۔

Sir Percy Sykes اپنی کتاب History of Persia Vol I میں لکھتے ہیں کہ میڈیا کے لوگ جب اول اول ایران پہنچے تو یہ جنوبی روس کی طرف سے آئے اور ان کی آمد کے وقت ارارات میں ایک حکومت موجود تھی جس کا رعب ان پر اس قدر جما کہ یہ بغیر مڈبھیڑ کئے وسطِ ایران کو بڑھ آئے۔ مگر ہمیں اس زمانہ کی تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ اس وقت آرین کا ایک اور گروہ مشرقی ایران کی طرف بھی بڑھ رہا تھا اور یہ گروہ خراساں کی طرف سے داخل ہوا تھا۔ اس نے اول کرمان کو فتح کیا اور فارس تک جا پہنچا۔ اس وقت وادی زندہ رود میڈین (Median) اقوام کے قبضے میں تھی۔ اور ان کا تسلط خلیج فارس تک تھا۔ اس نقل و حرکت کا زمانہ ہماری دانست میں ۲۵۰۰ قبلِ مسیح ہے۔ مگر ڈی مورگن (De Morgan) فرماتے ہیں کہ جب یہ نقل و حرکت شروع ہوئی تو وہ زمانہ تقریباً ۲۰۰۰ سال ق م کا تھا۔ بہر حال ان کا زمانہ خواہ کچھ ہی ہو، یہ آرین کے اولین گروہوں سے بہت بعد میں آئے۔

ابھی ہم نے ویڈیل صاحب کے کورلینڈ (Kurland) کا ذکر کیا ہے۔ سومیری زبان میں بھی ایک لفظ ملتا ہے جس کو کور (Kur) کہا جاتا ہے اور جس کے معانی ہیں "پہاڑی" یعنی Mountanions بعینہ وہی معنی ہوئے جو ہم نے عیلام کے بتلائے ہیں۔ سومیری اس لفظ کو مشرقی مادا (Media) کے لئے استعمال کرتے تھے۔ عبرانی زبان میں بھی اس قسم کا ایک لفظ موجود ہے جس کا تلفظ ہے کور (Kore) اس کا مطلب ہے "حفاظت کرنے والا" یا

درحقیقت عبرانی زبان میں کہتے ہیں کورہ (Kore.) One who Defends a pla
ئہ" کو (Place.)

ہمارا اس تمام بحث سے مقصد یہ تھا کہ مادا، میڈیا، مدھ دیس، کور لینڈ۔ کوروستھان
ر آج کل کا کردستان سب ایک ہی علاقے کے نام ہیں جو مختلف وقتوں اور حکومتوں
ے زیر اثر بدلتے رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ی یا میڈین | Medians. یہ لوگ مادہ یعنی میڈیا کے باشندے تھے۔ میڈیا مادہ کا یونانی
فظ ہے۔ عرب مورخوں نے اسے ماہات کہا ہے۔ ابوالکلام ترجمان القرآن ج دوم ص ۴۰۲ پر
تے ہیں۔

"حضرت مسیح سے پانچ سو ساٹھ برس پہلے ایران کی سرزمین دو مملکتوں میں بٹی ہوئی
تھی۔ جنوبی حصہ پارس کہلاتا تھا اور شمالِ مغربی میڈیا۔ چونکہ ان کے ہمسایہ میں آشوری
اور بابلی حکومتیں انتہائے عروج تک پہنچ چکی تھیں، اس لئے قدرتی طور پر یہ ان سے
دبی ہوئی تھیں۔ دونوں مملکتوں میں مختلف قبائل کے امراء تھے جو اپنے اپنے
حلقوں میں قبائلی حکومت رکھتے تھے۔ ۶۱۲ء قبلِ مسیح میں جب نینوی تباہ ہوگیا اور
آشوری فرماں روائی ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی تو میڈیا کے باشندے آزاد ہوگئے اور
بتدریج ایک قومی حکومت نشوونما پانے لگی۔"

مندرجہ بالا بیان اس وقت کا ہے جب میڈیا کی ایک تہذیب ابھر رہی تھی۔ اس
نے سے پیشتر بھی اس علاقے میں اقوام موجود تھیں مگر وہاں کوئی تہذیب نہ تھی۔ اگر اس علاقہ
ض ایک اردگ یعنی (Camping Ground) کہا جائے تو بہتر ہوگا۔ تقریباً تمام آرین گروہ
ں سے ہوتے ہوئے مشرقِ وسطی اور ہندوستان کے مختلف گوشوں میں پہنچے۔ مگر اس علاقے
ان کا مستقل قیام ہرگز نہیں ہوا تاوقتیکہ ذوالقرنین نے اسے فتح کرکے ایک مستقل حکومت
ئم کردی۔

صوبیری Subereans۔ ان کے متعلق ہمیں بہت کم معلوم ہے۔ ہم ان کا ذکر صرف اس واسطے کر رہے ہیں کہ ان کا تعلق یونانیوں سے ہے۔ مورخین کہتے ہیں کہ یونانیوں کے کچھ گروہ بعد میں صوبیری کہلانے لگ گئے تھے۔ گویا یونانی، ہوری کہلانے سے پیشتر صوبیری کہلائے اور بعد میں ہوری۔ ماہرین آثار قدیمہ نے ایک قدیم زبان کا بھی پتہ چلایا ہے جو یونانی زبان سے مختلف ہے اور اس کا نام انھوں نے صوبیری زبان رکھدیا ہے۔

اوپر ہم نے کچھ اقوام کا ذکر کردیا ہے جو اولین گروہ آرین سے پیدا ہوئیں اور جنھوں نے مختلف وقتوں پر اپنی ایک مخصوص تہذیب کی بنیاد رکھی۔ اب بہتر معلوم ہوتا ہے کہ چند ایک اور مقامات کی تفصیل کردی جائے جن کا ذکر ہم پیچھے کر آئے ہیں۔ جو بات غور طلب ہے وہ فقط اتنی ہے کہ جس ترتیب سے ہم نے مذکورہ بالا فہرست اقوام بنائی ہے اس کو کیا اسی طرح رہنے دیا جائے؟

جو بات ترمیم کے قابل ہے وہ درحقیقت اتنی ہی ہے کہ یہ سب اقوام ایک ہی نسل کی تھیں اور مختلف وقتوں پر مختلف جانب حرکت کرتی رہیں اور جوں جوں ترقی کرتی گئیں۔ ایک تہذیب کی بنیاد رکھتی گئیں۔ یہ بات کہ ان کے ہلال خصیب میں وارد ہونے سے پہلے یہاں کے باشندے کون تھے تو اس میں کیا اشکال ہے؟ آرین کے قطب شمالی سے چلے آنے کے بعد یا وسط ایشیا سے حرکت کرنے کے بعد وہاں پھر کون موجود تھا؟ بات صرف اتنی ہے کہ اگر ہم اقوام کی نقل و حرکت کے ساتھ ساتھ موسموں کا تغیر بھی زیر نگاہ رکھیں تو پھر اس مسئلہ میں کوئی اتنی پیچیدگی نظر نہیں آتی۔ یہ حالت دنیا کے ہر خطہ کی رہی ہے تاوقتیکہ وہ خطہ قابل رہائش نہ ہوگیا ہو۔ دنیا میں اب بھی بے شمار ایسے حصے ہیں جہاں کوئی آباد نہیں! تو پھر ہلال خصیب کے متعلق تعجب کیوں ہو؟ اسی طرح جب ہلال خصیب آہستہ آہستہ بیابان بننے لگا تو یہ گروہ ایک ایک کرکے مختلف ممالک میں ہجرت کرنے لگے۔ چنانچہ ہندوستان اور مصر میں بھی پہنچے۔ کچھ گروہ ان کے ہلال خصیب میں آنے سے پیشتر ہی روس سے ہوتے ہوئے یورپ میں بھی پہنچ چکے تھے۔ آج کل ان ممالک میں کچھ بھی نہیں رکھا

جہاں کبھی دنیا کی سب سے بڑی تہذیبیں موجود تھیں۔ بغداد اور مصیب کو عراقیوں نے بابل کی اینٹوں سے تعمیر کیا! آشور اور نمرود کی اینٹیں نینوا اور موصل میں استعمال ہوئیں۔ غرضیکہ یہ تمام علاقے قابل رہائش نہ رہے۔ ماہرین آثار قدیمہ اس کی خواہ کچھ ہی وجوہ بیان کرتے ہوں، ہم تو لکھ چکے ہیں کہ اس کی محض ایک وجہ تھی اور وہ قہر الٰہی تھا جس نے ان آبادیوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

اور یہ جو موسموں کا تغیر ہے تو یہ ایک قدرتی امر ہے جس کا تعلق قہر الٰہی سے مطلقاً نہیں قدرت کا قانون یہی ہے کہ موسموں میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ بابل کی تاریخ میں ایک زمانہ وہ بھی تھا جب ملکہ سیرامیز (Semirames.) نے الجنائن المعلقہ بنوائے تھے اور ایک اب یہ بھی ہے کہ وہاں سوائے ریت اور کھجوروں کے درخت کے کچھ نظر نہیں آتا۔ موہنجوداڑو اور ہڑپا کی تہذیبیں جہاں موجود تھیں وہ علاقے بھی ریگستان بن چکے ہیں اور رہائش کے قابل نہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ قوموں کے دن پھیرتا رہتا ہے اسی طرح موسم اور مقامات کے حالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔

ویڈیل صاحب اپنی مشہور کتاب میں جس کا ذکر ابھی اوپر کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ دیگر اقوام کی نقل و حرکت کے ساتھ حتی (Hittites.) جب ہندوستان پہنچے تو وہ وادی گنگا میں وارد ہوئے اور یہ ختی (Khatti) جن کو ہم نے حتی (Hittites.) کہا ہے ہندوستان میں آکر کھشتری (Kashatriya) بن گئے۔ یہ واقعہ ۲۰۰۰ قبل مسیح کا ہے۔ ہمیں اس تحقیق سے اتفاق نہیں ہے کھشتری (Kashatriya) حتی لوگ نہیں تھے، بلکہ ایک اور گروہ تھا آرین کا جس کا ہم نے مختصر سا ذکر اوپر کیا ہے اور جن کو ہم نے کاشی (Kassites.) لکھا ہے انھوں نے ہندوستان میں آکر کھشتریوں (Kashatriya) کی بنیاد رکھی۔ یہ واقعہ تقریباً ۱۲۰۰ قبل مسیح کا ہے۔ ان کی آمد سے بہت پیشتر آرین تہذیب ہندوستان پہنچ چکی تھی۔ ہمارا اپنا یہ نظریہ ہے کہ ہندوؤں میں جو مختلف ذاتیں اسوقت موجود ہیں یہ تمام ہندوستان میں ہی آکر بنیں، ہندوستان میں آنے سے پیشتر ان کی کوئی تقسیم موجود

نہ تھی۔ البتہ حمورابی کے قوانین سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بابل میں دو قسم کے لوگ موجود تھے، ایک تو سپاہی پیشہ اور دوسرے تجارتی لوگ، مگر ان کو کسی خاص نام سے منسوب نہیں کیا گیا۔ برہمن کا تخیل تمام تر ہندی ہے۔ زیادہ اس لئے کہ اس کا تعلق ہندوؤں کی تثلیث سے ہے۔ برہما تثلیث کا ایک جزو ہے۔ اور یہ برہمن اسی برہما کی اولاد مانے جاتے ہیں۔ مختصر طور پر ان کی تاریخ یوں ہے۔ برہما کے سر میں سے سات رشی پیدا ہوئے۔ (ان سات رشیوں میں سے دو رشی کشتری تھے) بہر حال ان دو کو جنجو پہنا کر برہمن کیا گیا! ان سات رشیوں کی اولاد کو برہمن کہا جاتا ہے۔ ان رشیوں کے مر جانے کے بعد یہ مشہور کر دیا گیا کہ یہ آسمانوں پر چلے گئے ہیں اور یہ جو سات ستارے ہم دیکھتے ہیں جن کو انگریزی میں (Great Bear) کہا جاتا ہے اور جس کی مدد سے قطبی ستارے کی سمت معلوم کی جاتی ہے وہی سات رشی ہیں جو برہما سے پیدا ہوئے غالباً ان کی پیدائش برہما کے سر سے اس لئے کہی جاتی ہے کیونکہ سر انسان کا ایک بزرگ تر حصہ ہے!

یہ جو حمورابی (Hammurabi) کا ذکر ہم نے ابھی اوپر دو تین مقامات پر کیا ہے تو یہ ایک سومیری بادشاہ تھا۔ اس کا وقت تقریباً ۲۱۲۳ قبل مسیح ہے۔ اس نے ۴۳ سال حکومت کی اور اپنے قوانین بنائے۔ ان قوانین کو دنیا کے بڑے بڑے قوانین میں سے سمجھا جاتا ہے۔ زندگی کے آخری حصے میں ان قوانین کو اس نے مرتب کیا۔ یہ بات ہمیں ان قوانین کے دیباچہ سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس وقت اس نے آشور اور نینوا کو بھی فتح کیا تھا۔ اور یہ شہر اس کی حکومت کے چالیسویں سال میں فتح ہوئے تھے۔

L. W. King. ان قوانین کے مرتب ہونے کا وقت ۲۰۸۱ء یا ۲۰۸۲ء قبل مسیح بیان کرتا ہے۔ ان قوانین کا اب ترجمہ ہو چکا ہے۔ بعض مستشرقین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ تورات انہی قوانین کی نقل ہے! حضرت موسیٰ علیہ السلام حمورابی سے تقریباً پانصد سال بعد پیدا ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کو ان قوانین کا علم ہو۔ مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ انھوں نے انہی قوانین کو نقل کیا ہے؟ بہت ممکن ہے کہ حمورابی چونکہ خود ایک بہت پارسا اور عبادت گزار بادشاہ تھا اور اس کی سلطنت میں

بہت امن وامان رہا، یہ خود بھی کوئی ایک نبی ہو اور اس پر وحی کے ذریعے قوانین اترے ہوں جن کو اس نے خطِ میخی میں لکھوا کر محفوظ کر لیا ہو۔ تمام آسمانی صحیفوں میں مشابہت اور مماثلت ہے مگر اس سے یہ کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ یہ سب ایک دوسرے کی نقل ہیں؟ البتہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ یہ تمام صحیفے مختلف پیغمبروں پر وحی کے ذریعے نازل ہوتے رہے اور اس میں کسی کو بھی شک کی گنجائش نہیں۔

حمورابی کے قوانین میں آزاد اور غلام لوگوں کا بھی ذکر ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک معاشرتی تقسیم ہے۔ یہ تقسیم چند ایک قدیم عبرانی قوانین میں بھی پائی جاتی ہے۔

حمورابی کے قوانین میں اللہ تعالیٰ کے لئے جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ مہر ا لی (Mahar Ili) ہے۔ دراصل اس کے معانی ہیں "اللہ کے روبرو" یعنی Before God. (Ili) کا لفظ ہم بابل کی وجہ تسمیہ کے سلسلے میں ثابت کر آئے ہیں کہ اس کا مطلب اللہ ہے۔ حمورابی کے قوانین میں یہ لفظ ان معنوں میں استعمال کیا گیا ہے کہ جب انسان مر کر دوسری دنیا میں چلا جائے گا تو وہ اپنے اعمال کے لئے "اللہ کے روبرو" پیش ہوگا۔ اس سے کم از کم یہ تو ثابت ہو جاتا ہے کہ حمورابی کو ایک رب العالمین کا احساس تھا۔ اور پھر کیا یہ احساس کچھ معمولی احساس ہے؟

حمورابی کے قوانین بہت مفصل ہیں۔ ان میں ہر قسم کی بحث موجود ہے اور جو قوانین ایک سوسائٹی کے لئے لازم ہیں، اس زمانے کے مطابق سب بتا دیئے گئے ہیں۔ حمورابی کے مختلف نام مشہور ہیں مگر سب سے مشہور اس نام کے علاوہ حمورابی ہی ہے۔ اس کی شخصیت کے متعلق بھی کچھ اختلاف ہے جیسا ہم نے ذکر کیا ہے مگر چونکہ یہ ایک مختلف فیہ موضوع ہے اس لئے اسے نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

پیشتر اس کے کہ ہم حمورابی کا ذکر ختم کریں اس کے نام کے متعلق اپنی تحقیق بتانا چاہتے ہیں حمورابی جیسا کہ ہم نے لکھا ہے مختلف ناموں سے موسوم ہے مگر ہمارے نزدیک ان میں سے کوئی نام بھی دل لگتا ہوا نہیں۔ ہمیں اس کے معانی سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے لہذا جو صحیح نام ہم نے

تجویز کیا اس کی تفصیل ذیل میں اختصاراً عرض ہے۔ ہم نے بہت سے خطِ میخی کے کتبوں سے اس
کا حل دیکھا ہے کسی ایک میں بھی یگانگت موجود نہ تھی۔ حروف و الفاظ و تلفظ ملتے جلتے ضرور
مگر ان کے معنی کچھ نہ بنتے تھے۔ ہماری نگاہ میں یہ نام حمورابی یا خمورابی، حمیر ابو ہے۔ "حمیر[۱]
(سرخی) سے ماخوذ ہے" اور احمر سرخ کو کہتے ہیں۔ ابو عربی میں والد کو کہتے ہیں۔ تو گویا حمیر ابو
کے معنی ہو گئے "سرخ والا" یعنی The Red Father چنانچہ حمیر محض اس کی رنگت
کے لئے استعمال کیا گیا معلوم ہوتا ہے۔ اور ابو اس کو اس لئے کہتے ہوں کہ یہ اپنی قوم کو نہایت
عدل و انصاف کے ساتھ رکھتا تھا۔ جس طرح ترکوں نے مصطفےٰ کمال پاشا مرحوم کے لئے
لقب تجویز کر لیا تھا اتاترک کا (Ataturk) حمیر ابو بھی ممکن ہے کوئی اس قسم کا لقب ہو

ایک اس تحقیق پر پہنچنے کی وجہ اور بھی ہے کہ جب ہم نے اپنے علم کے مطابق خطِ میخی
سے حمورابی کے نام کو حل کرنا شروع کیا تو بجائے حمورابی کے یہ لفظ ہر دفعہ حمی رابو ہی بنتا تھا
Hammirabbu. پہلے کچھ مغالطہ کا خیال ہوا مگر جب بار بار یہی حل نکلتا رہا تو یقین
ہو گیا کہ ماہرین آثریات نے اس بادشاہ کا نام غلط حل کیا ہے مگر اس میں ایک اور پیچیدگی
میں پیش آئی اور وہ یہ کہ ایک دفعہ ایسے ہی خطِ میخی کے کتبات کا حل کرتے کرتے ایک لفظ پر
جو رُبُّو (Rabbu) بنتا تھا اور جن معنوں میں یہ لفظ مستعمل تھا وہ بعینہ رب کے معنی
پھر جب میں نے اس نام کے اپنے حل کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو وہ (Hammi Rabbu) بن
رُبُّو کے معنی تو سمجھ میں آ گئے مگر پہلے حصے کے یعنی (Hammi) کے معنی معلوم نہ ہو سکے۔
ممکن ہو سکتا ہے کہ ہمارے حل میں کچھ غلطی رہ گئی ہو اور بجائے Hammi Rabbu
کے اس میں ایک اور R ہو جیسے (Hammir-Rabbu) دراصل خطِ میخی کے کتبوں کے
حل کے تمام اصول کسی قاعدہ کے ماتحت نہیں۔ ماہرین جس طرح چاہتے ہیں ان کو توڑ مروڑ
لیتے ہیں۔ اور چونکہ کچھ نام ان کو پیشتر ہی سے معلوم ہوتے ہیں یہ اتنی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ

---

[۱] قصص القرآن ج ۲ ص ۳۲۵ - از مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی۔

ں تہ تک پہنچ جائے۔ اس عمل کے لئے ایک تو بہت وقت درکار ہے اور دوسرے خطِ میخی
ت کی کمی کی وجہ سے اس میں بہت پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر یہ نام Hammir
Ra بن جائے تو اس کے معانی بن سکتے ہیں۔ ہم تصور کر سکتے ہیں کہ صفات الٰہی کا مکمل احساس
کی وجہ سے بجائے ابو کے ربو کا لفظ استعمال کر دیا گیا ہے۔ اسی واسطے ہم نے بجائے ایک
R کو شامل کرنے کے جو موجودہ R ہے اس کو حمی یعنی (Hamm) کے ساتھ ملا کر اس کا حمیر
(Hammir) بنا دیا ہے اور آخر حصے کو ابو کہہ دیا ہے۔ تو گویا ہماری تحقیق کے مطابق یہ نام
ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مضمون کو طول دیتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ نہ معلوم عوام کے مذاق کے مطابق یہ موضوع
ہے ہی یا نہیں۔ اور کتنے احباب اس کو شوق سے پڑھتے ہوں گے۔ ہرچند اتنی گہرائیوں
جانے سے قلم کو روکتا ہوں مگر دل یہی فتویٰ دیتا ہے کہ یہ چیز ایک دن کارآمد ثابت ہو گی۔
یخ قدیم کے متعلق بہت کچھ ماہرین نے لکھدیا ہے مگر اس تمام عرصہ کی سرگذشت کو ابھی
سرے سے درست کرنا باقی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ جس دن ان تمام تحقیقات کا نئے سرے
ل ہو گیا تو دنیا کے بہت سے مسائل کی پیچیدگیاں رفع ہو جائیں گی اور اقوام ضدیں آکر
ت سے انکار نہیں کریں گی۔

ان اللہ لا یظلمُ الناس شیئاً ولکنّ الناس انفسھم یظلمون۔

(یونس)